زاد السالکین

فی تصوفِ مرشدِ الکاملینؒ

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری

محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب

سید ہجویر فاؤنڈیشن

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

نام کتاب: **زادالسالکین فی تصوف مرشد الکاملین**

باہتمام: ڈاکٹر طاہر رضا بخاری

ڈائریکٹر جنرل مذہبی امور اوقاف پنجاب

زیرنگرانی: مشتاق احمد، ریسرچ فیلو مرکز معارفِ اولیاء

کاوش: طاہر مقصود مینجر داتا دربار

ایڈیشن: اوّل۔صفر المظفر ۱۴۴۱ھ/ اکتوبر ۲۰۱۹ء

تعداد: **500**

بسعی: الحاج محمد نعیم قاسم

پتہ: مرکز معارفِ اولیاء داتا دربار کمپلیکس لاہور

042-9711946

حُسنِ ترتیب:

❁	حرفِ محبت	ڈاکٹر طاہر رضا بخاری	۵

❁ **باب اوّل:**

تصوف کی حقیقت واہمیت

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار	صفحہ
1۔	تصوف۔۔۔منشائے شریعت کی تکمیل	ڈاکٹر طاہر رضا بخاری	۹
2۔	تصوف۔۔۔کتاب وسنت کی روشنی میں	خلیق احمد نظامی	۲۳
3۔	تصوف۔۔۔قلبِ اسلام	سیّد احمد سعید ہمدانی	۳۵
4۔	تصوف کیا ہے؟	سیّد محمد فاروق القادری	۴۹
5۔	کیا تصوف ایک متوزی دین ہے؟	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی	۵۵

❁ **باب دوم:**

حضرت داتا گنج بخشؒ کے متصوفانہ افکار ونظریات

6۔	تصوف اور سید علی ہجویریؒ	پیر محمد کرم شاہ الازہری	۷۱
7۔	حضرت سیّد علی بن عثمان ہجویریؒ کا نظریہ تصوف	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی	۱۰۳
8۔	حضرت سیّد علی ہجویریؒ کے عہد میں تصوف	ڈاکٹر محمد اقبال ثاقب	۱۱۳

9۔	سیّدِ ہجویرؒ کا نظریۂ فقر و تصوف	ڈاکٹر سیّد خورشید گیلانی	۱۳۷
10۔	اسلامی تصوف اور صاحب **کشف المحجوب**	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	۱۴۱

باب سوم:

کشف المحجوب کے مضامینِ تصوف

11۔	تصوف و سلوک کی شرعی حیثیت۔۔۔۔ **کشف المحجوب** کے تناظر میں	ڈاکٹر نعیم انور الازہری	۱۶۳
12	تصوف۔۔۔**کشف المحجوب** کی روشنی میں	ڈاکٹر محفوظ احمد	۱۷۷
13۔	**کشف المحجوب** میں موضوعاتِ تصوف	ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس	۲۰۳
14۔	کشفِ تصوف	راجا رشید محمود	۲۱۳
15۔	تصوف اور اصولِ طریقت۔۔۔۔ **کشف المحجوب** کی روشنی میں	سیّد محمد متین ہاشمی	۲۲۱
16۔	اصطلاحاتِ تصوف۔۔۔۔ **کشف المحجوب** کی روشنی میں	ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس	۲۳۵
17۔	**کشف المحجوب** اور معاصر ادبیاتِ تصوف	سیّد محمد متین ہاشمی	۲۴۷
18۔	اعلام التصوف در **کشف المحجوب**	عمرانہ وسیم	۲۷۷
19۔	*Islamic Mysticism....in the light of Qur'an and Hadith*	*Dr. Muhammed Sultan Shah*	1.
20۔	*Tasawwuf ..... in the light of Kashf-ul-Mahjub*	*Wahid Bukhsh Syal*	17.

حرفِ حقیقت!

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری
ڈائریکٹر جنرل اوقاف پنجاب

الشیخ، السیّد علی بن عثمان الہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ، **کشف المحجوب** میں، حضرت جنید بغدادیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **اَلتصوّفُ مَبْنِیٌّ علیٰ ثَمَانِ خِصَالٍ:**

اَلسَّخَآءُ وَالرِّضَاءُ وَالصَّبْرُ وَالْاِشَارَةُ

وَالْغُرْبَةُ وَلُبْسُ الصُّوفِ وَالسِّیَاحَةُ وَالْفقر

یعنی تصوف حسب ذیل آٹھ خصائل کا مجموعہ ہے:

سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، غربت (یعنی دُنیا سے بیگانگی/اجنبیت)

صوف کا لباس، سیاحت اور فقر۔

اس کی مزید تفصیل تحریر فرماتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ "سخاوت" وہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے خدا کے لیے فرمائی، یعنی اپنے لختِ جگر کو قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کیا، اور "رضا" (Condescension / Will) حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسی، کہ اپنے خالق کی رضا میں گردن پر چُھری کا چلنا قبول کرتے ہوئے اپنی جان بھی پیش کردی، اور "صبر" حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح کہ بدترین جسمانی تکلیف کو بھی برداشت کیا اور ناشکری کا ایک کلمہ بھی زبان پر نہ آنے دیا، "اشارہ" (Guidance) حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح، اور "غربت" یعنی بیگانگی اور اَجنبیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح، کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور عزیز واقارب میں رہ کر بھی سب سے بیگانہ تھے، اور "سیاحت" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اقتداء کرے، کہ جن کے پاس سفر میں پیالہ اور کنگھی کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ ایک دن، ایک شخص کو بغیر پیالے کے، محض اپنے دونوں ہاتھوں سے پانی پیتے دیکھا تو پیالہ بھی پھینک دیا اور ایک شخص اُنگلیوں سے بالوں کو سیدھا کررہا تھا تو کنگھی کے

تکلّف سے بھی خود کو آزاد کر لیا۔ "لبسِ صوف" میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع ہو کہ وہ ہمیشہ پشمینہ یعنی صوف کا لباس پہنتے، اور "فقر" میں حضرت سیّد الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیرو ہو، کہ جن کو حق تعالیٰ نے رُوئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں بخشیں اور فرمایا: اے حبیب! اپنی جان پر اتنی محنت اور مشقت نہ ڈالیے اور خزانوں سے جس قدر چاہیے تصرف فرمائیے، آپ ﷺ نے عرض کی: یا الٰہی! مَیں چاہتا ہوں کہ ایک روز کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں۔۔۔۔حضرت داتاؒ صاحب اس پر لکھتے ہیں کہ یہی اُصول اور معاملہ ہی، دراصل تصوف میں انتہائی بہترین خصلت ہے۔

گزشتہ دِنوں سپریم کورٹ کے ایک اعلیٰ سطحی بنچ نے سجادہ نشینی کے ایک کیس میں فیصلہ تحریر کرتے ہوئے **کشف المحجوب** کے مذکورہ اقتباس سے استفادہ کرتے ہوئے جو کچھ تحریر کیا، اس کا سادہ سا مفہوم تو یہی ہے کہ ہم لوگ تصوف کو ماننے یا صوفی ہونے کے دعویدار تو ہیں، مگر اس کے لیے "Qualify" نہیں کرتے۔۔۔۔ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو اعلیٰ ترین تصوف اور صوفیاء کے پیروکار اور ان کے علمی اور فکری ورثے کے امین ہے، مگر عملی قوّت اور فکری بصیرت سے محروم ہیں، بقول اقبالؒ: زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن۔ اور دوسرا گروہ جو از حد خطرناک ہے اور بے عملی، آزاد رَوی اور روشن خیالی کو ان صوفیاء اور اولیاء سے منسوب کرتے ہوئے "شامِ قلندر" اور "صوفی نائٹس" کا اہتمام کر کے تصوّف کے نام پر گمراہی پھیلا رہا ہے۔ ان حالات میں ضروری جانا گیا کہ اُمہات کتبِ تصوّف اور اکابر صوفیاء کی تعلیمات۔۔۔۔بالخصوص حضرت داتا گنج بخشؒ کے متصوفانہ افکار و نظریات کو ان کی صحیح رُوح کے ساتھ عام کرنے کا اہتمام ہو، چنانچہ "**زَادُ السالکین فی تصوّف مرشدِ الکاملینؒ**" اسی سلسلے کی ایک سعی اور کاوِش ہے، جو کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے **976** ویں سالانہ عرس کے موقع پر طبع کر کے پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا گیا ہے، جس میں عزیزم مشتاق احمد ریسرچ فیلو مرکز معارف اولیاء اور طاہر مقصود مینجر داتاؒ دربار کی معاونت لائقِ تحسین ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرفِ قبولیت سے سرفراز کرے۔

امین! بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ و بارک وسلم!

تصوف
منشائے شریعت کی تکمیل

☆ ڈاکٹر طاہر رضا بخاری

- تصوف کیا ہے؟
- کیا یہ شریعتِ اسلامی کے مخالف ومتوازن دین کا نام ہے؟۔۔۔یا
- یہ منشائے شریعت کی تکمیل کا نام ہے؟

قطع نظر اس بحث کے کہ تصوف کا مادۂ اشتقاق ''الصوف'' ہے یا ''الصفو''، ''الصّف'' ہے یا ''الصفا''، یا اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم سے منسوب ہو کر ''تصوف'' بنا ہے یا پھر یونانی لفظ ''تھیاسوفی'' کی تعریب ہے۔۔۔دیکھنا یہ ہے کہ شریعت کے جو مقاصد ہیں، کیا تصوف ان مقاصد کے حصول میں سدِّ راہ بنتا ہے یا ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے؟

سب سے پہلے شریعت کے مقاصد کا تعین کرنا ہوگا تا کہ یہ دیکھا جا سکے کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی تعلیمات ''منشائے شریعت'' کی تکمیل وتعمیل میں کیا کردار ادا کرتی ہیں؟

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اور غرض وغایت صرف یہ نہیں ہوتی کہ وہ اپنی قوم کو زندگی گزارنے کے لیے ''اصول وضوابط اور قواعد وقوانین'' پر مشتمل کوئی نظامِ حیات دے جائیں، بلکہ ان کی بعثت کی غرض میں یہ بھی شامل ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو رذائل سے بچا کر اخلاقِ عالیہ سے آراستہ کریں، دلوں کو گناہوں کی آلائشوں سے پاک صاف کریں، بدعملیوں کے داغ دھبوں کو مٹا دیں اور نفوس کا تزکیہ کریں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

☆ ڈائریکٹر جنرل مذہبی امور واوقاف پنجاب

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۱)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا مؤمنین پر یہ احسان ہے کہ اُس نے انہی میں سے ان میں ایک رسول بھیجا جواُن پر اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۲)

"اسی (اللہ) نے ان پڑھوں کے درمیان ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے، انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

ان آیات کی رُو سے درج ذیل چار امور بعثتِ انبیاء کا مقصود ومطلوب قرار پائے:

۱۔ تلاوتِ آیات

۲۔ تزکیۂ نفس

۳۔ تعلیمِ کتاب

۴۔ تعلیمِ حکمت

اس سے واضح ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام "مخلوقِ خدا" کو جہاں اعمالِ ظاہریہ کی تلقین کرتے تھے وہاں نفوس کا تزکیہ اور قلوب کا تصفیہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ یہی نفس کا تزکیہ تصوف کا مطمحِ نظر اور اس کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت اور تصوف کے درمیان کسی قسم کا تخالف یا تضاد نہیں ہے، بلکہ تمام صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ تکمیلِ شریعت ہی کا نام تصوف وطریقت ہے۔ اتباعِ رسول اللہ ﷺ جب تک محض ظواہر تک محدود رہے تو اس کا نام دین وشریعت ہے اور جب قلب وباطن بھی نورانیتِ رسول ﷺ سے منور ہو جائے تو یہ تصوف وطریقت ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ کوئی شخص اگر کتبِ

حدیث وفقہ میں درج قواعد کے مطابق نماز پڑھ لے تو شریعت کی رُو سے اس کی نماز مکمل ہوگئی، مگر تصوف اس پر اکتفانہیں کرتا، بلکہ وہ اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ نماز میں جس طرح چہرہ کعبہ کی طرف متوجہ رہا ہے اسی طرح دل بھی ربِّ کعبہ کی جانب متوجہ رہے، جس طرح جسم حالتِ نماز میں ظاہری نجاستوں سے پاک رہا اسی طرح روح بھی باطنی آلائشوں سے پاک رہے، جتنا لباس کا پاکیزہ ہونا ضروری ہے اتنا ہی دل کا بھی تمام خیالاتِ دنیا سے پاک وصاف ہونا لازم ہے۔اب آپ فیصلہ کیجیے کہ کیا یہ اصرار شریعت کے عمل کے مخالف ہے یا شریعت کے منشا کی تکمیل ہو رہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہی تصوف ہی دین کی حقیقی روح ہے۔صحیح بخاری میں ایک حدیثِ مبارکہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے ایمان، اسلام اور احسان کے بارے میں دریافت کیا۔ایمان واسلام کا تعلق تو انسان کے عقیدہ وعمل سے ہے، مگر ان دونوں سے ماوراء ایک چیز ''احسان'' بھی ہے اور احسان یہ ہے:

أن تعبدَ اللّٰہ کأنک تَراہُ، فإن لم تکن تراہ فإنہ یراک. (۳)

"تو خدا کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے، پس اگر خدا کو نہیں دیکھ رہا تو خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس "احسان" کو ''سلوک وتصوف'' اور ''طریقت'' کا نام دیتے ہیں۔

''تصوف'' کی اصطلاح اگرچہ بعد میں رواج پذیر ہوئی مگر یہ تصوف قرآن وسنت سے کسی الگ چیز کا نام نہیں بلکہ بالکلیہ یہ قرآن وسنت سے ماخوذ ہے اور اکابر صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے ہمیشہ ہی اس بات کی تاکید کی ہے کہ شاہراہِ شریعت سے ہٹ کر کسی اور راہ پر چلنے سے خدا رسیدگی ممکن نہیں ہے، زندگی جس قدر اللہ تعالیٰ کے احکامات کے موافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہوگی اسی قدر ولایت کا سفر آسان ہوگا۔

طبقۂ صوفیاء کے سرخیل حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''فتوح الغیب'' میں فرماتے ہیں:

لا بُدّ لكل مؤمن في سائر أحواله من ثلثة أشياء: امر يتمثله ونهي يجتنبه، وقدر يُرضي به .... (۴)

"ہر مومن کے لیے تین چیزیں لازمی ہیں: اوامرالٰہی کی تعمیل کرتا رہے، منہیات سے بچتا رہے اور قضاوقدر پر راضی رہے............"

اولیائے کرام وصوفیائے عظام رحمہم اللہ کی تعلیمات یہ رہی ہیں کہ قرآن وسنت سے ذرا بھی انحراف جائز نہیں ہے، سلوک وطریقت کے تمام منازل اتباعِ سنت ہی سے طے کیے جاسکتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

اتبعوا ولا تبتدعوا، واطيعوا ولا تمرقوا و وحّدوا ولا تشركوا. (۵)

"سنت کی پیروی کرتے رہو اور راہِ بدعت اختیار نہ کرو، اطاعت کرو اور دائرۂ اطاعت سے باہر نہ آؤ، مواحد بنو اور شرک کا ارتکاب نہ کرو"۔

"تقویٰ" کا شریعتِ اسلامی میں جو مقام ہے اس سے ہر ذی شعور مسلمان بخوبی آگاہ ہے۔ اصحابِ تقویٰ ہی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ومقرب بندے ہوتے ہیں۔ اسی تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی کو راہبرانِ سلوک نے اپنا شعار بنایا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی وفات سے قبل اپنے بڑے صاحبزادے شیخ سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ وصیت فرماتے ہیں:

عليک بتقوى اللّٰه واطاعته، ولا تَخَفُ أحَداً، ولا ترج احدا وكل الحوائج إلى اللّٰه ولا تعتمد إلا عليه واطلبها جميعًا منه ولا تتق بأحد سوى اللّٰه عزّوجل. (۶)

"خدا کے تقویٰ اور طاعت کو اپنے اوپر لازم رکھو، بجز خدا کے کسی سے خوف یا امید نہ رکھو، تمام حاجات کو خدا ہی کو سونپو اور اسی سے طلب کرتے رہو، سوائے خدا کے کسی پر اعتماد نہ رکھو"۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی تو تعریف ہی یہی ہے کہ وہ قرآن وسنت کا دامن ہمیشہ تھامے رکھتے ہیں اور اپنی عقلوں کو سنتِ رسول ﷺ کے فہم میں صرف کرتے ہوئے سنت کی پیروی میں ہر وقت کوشاں

رہتے ہیں۔

شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیاء کی تعریف یوں کی ہے:

القائمون بعقولهم على فهم السنة والعاكفون عليها بعقولهم. (٧)

"اپنی عقلوں کو سنتِ رسول ﷺ پر صرف کرتے ہیں اور اپنے قلوب کو اس پر متوجہ رکھتے ہیں"۔

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"خلق پر تمام راستے مسدود کر دیے گئے ہیں سوائے اس کے کہ سنتِ نبویؐ کے نقش قدم پر چلا جائے، ہمارا سارا طریقہ کتابِ الٰہی اور سنتِ رسولؐ کا پابند ہے۔"(۸)

جو شخص کلامِ الٰہی کے رموز سے واقف اور احادیثِ رسول ﷺ کا عالم نہ ہو اسے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ سلوک وطریقت میں قیادت سنبھالے۔ طبقۂ صوفیاء کی سیادت صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو احکامِ الٰہی وتعلیماتِ نبوی ﷺ سے بخوبی آگاہ ہو۔

شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو شخص حافظِ کلامِ الٰہی وعالمِ احادیثِ رسولؐ نہیں، اس کی تقلید در بارۂ طریقت درست نہیں، اس لیے کہ ہمارے اس سارے علم (سلوک) کا ماخذ قرآن وحدیث ہے۔"(۹)

ہر دَور میں ایک طبقہ ایسا رہا ہے جو شریعت وطریقت کے مابین تضاد وتباین کا پروپیگنڈہ کرتا رہا ہے۔ اس پروپیگنڈہ سے بعض اہلِ علم بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ قدیم وجدید صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے ملفوظات اور ان کی بلند پایہ تصانیف کے عمیق مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ شریعت وطریقت میں تخالف وتضاد اور افضل ومفضول کی بحث تو کجا، ان میں کسی درجے کی تقسیم وتفریق کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شریعت وطریقت کے مابین فرق کرنے والوں کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"جوصوفی شریعت اور طریقت میں فرق کرے وہ صوفی نہیں ہے بلکہ فرقۂ باطنیہ سے تعلق رکھتا ہے۔"(۱۰)

شیخ موصوف ایک اور مقام پر شریعت وطریقت کے مابین اختلاف وتغایر کے نظریہ کی اس طرح تردید کرتے ہیں:

"یہ خیال بڑا ہی ناپختہ ہے کہ ہم طریقِ تصوف کو شریعت اور قرآن وسنت کے مخالف سمجھنے لگیں، حاشا وکلا ان دونوں چیزوں میں کوئی مغایرت یا اختلاف نہیں۔"(۱۱)

آپؒ مزید لکھتے ہیں:

"یہ لوگ (صوفیائے کرامؒ) کتاب وسنت کے عامل تھے، شریعت وطریقت کی تمام ظاہری وباطنی حدود کا احترام کرتے تھے، انہوں نے کبھی ظاہری اور باطنی شریعت میں تغافل یا تساہل سے کام نہیں لیا۔"(۱۲)

موجودہ دَور میں مستشرقین کے زیرِ تربیت پروان چڑھنے والا مستغربین کا گروہ تصوف وسلوک کے بارے میں عوام میں شکوک وشبہات پیدا کررہا ہے، تصوف کے بارے میں ایسے نظریات پھیلا رہا ہے جن کا صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی کبھی بھی یہ تعلیمات نہیں رہیں کہ فرائض کو ترک کرکے سنتوں کی طرف توجہ کی جائے، سنن کو چھوڑ کر نوافل میں لگا جائے۔ صوفیائے کرام رحمہم اللہ ایسا فعل کرنے والے کو احمق اور گمراہ تصور کرتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ينبغي للمؤمن أن يشغل أوّلاً بالفرائض، فإذا فرغ منها اشتغل بالسنن، ثم يشتغل بالنوافل والفضائل، فمن لم يفرغ من الفرائض فالاشتغال بالسنن حمقٌ ورَعُونةٌ، فإن اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم يُقبَل منه وأُهِيْنَ. (۱۳)

"مومن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض پر متوجہ ہو، جب یہ ادا کر چکے تب سنتوں کو اختیار کرے، اس کے بعد نوافل پر متوجہ ہو، جو شخص اپنے فرائض سے

فارغ نہیں ہوا اس کے لیے سنتوں میں مشغول ہونا حماقت و نادانی ہے، اس لیے کہ ادائے فرض سے قبل سنن و نوافل غیر مقبول رہیں گے اور جو شخص ایسا عمل کرے گا خوار ہوگا۔"

صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی کبھی بھی یہ تعلیمات نہیں رہیں کہ ظاہری شریعت کو چھوڑ کر صرف باطنی شریعت پر عمل پیرا ہوا جائے، نماز وروزہ کو چھوڑ کر صرف ذکر واذکار اور چلہ کشی پر اکتفا کیا جائے، اگر کوئی نام نہاد صوفی ایسی بات کہتا اور ایسے خیالات وافکار کا حامل ہے تو اس کا جماعتِ صوفیاء سے کوئی تعلق نہیں، وہ ''فرقۂ ضالّہ'' میں سے ہے۔ حقیقی صوفیاء ایسے نام نہاد صوفیوں سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ ظاہری اعمال اور باطنی افعال کا آپس میں تعلق ایسا ہے جیسے روح کا جسم سے تعلق ہے، ظاہری اعمال شریعت کہلائے جائیں گے اور باطنی اعمال تصوف۔۔۔۔

شیخ زروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نسبة التصوف من الدين نسبة الروح من الجسد. (۱۴)

"تصوف کا دین میں مقام وہی ہے جو روح کا بدن میں ہوتا ہے۔"

تصوف و دین باہم لازم ملزوم ہیں، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الطريقة والشريعة متلازمان، لأن الطريق إلى الله لها ظاهرها وباطنها، فظاهرها الشريعة والطريقة، وباطنها الحقيقة. (۱۵)

"شریعت وطریقت باہم لازم ملزوم ہیں، کیونکہ اللہ کی طرف جانے والے راستے کا ایک ظاہری حصّہ ہے اور ایک باطنی، ظاہری حصہ شریعت وطریقت ہے اور باطنی حصہ حقیقت ہے۔"

شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الشريعة ظاهر الحقيقة والحقيقة باطن الشريعة وهما متلازمتان، لايتم احدها إلا بالاخر. (۱٦)

"شریعت ظاہر حقیقت ہے اور حقیقت شریعت کا باطن ہے اور وہ باہم لازم وملزوم ہیں، ان میں سے کوئی دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔"

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فکل شریعة غیر مؤیدة بالحقیقة فغیر مقبول، و کل حقیقة غیر مقیدة بالشریعة فغیر محصول. (۱۷)

"جس شریعت کو حقیقت کی مدد حاصل نہ ہو وہ غیر مقبول ہوتی ہے اور جو حقیقت شریعت سے مقید نہ ہو وہ غیر حاصل رہتی ہے۔"

تعصب کی عینک اتار کر اگر انصاف اور نیک نیتی سے کتبِ تصوف کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اربابِ طریقت نے شرعی حدود سے کبھی تجاوز نہیں کیا، ان کے اعمال واحوال کا مصدر ومنبع شریعتِ مطہرہ ہی ہے، انہوں نے شریعت میں کوئی ایسی چیز ایجاد نہیں کی کہ وہ مطعونِ خلائق ٹھہریں، تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب احکام شریعت کی پابندی کے بغیر ناممکن ہے، حضرت عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں:

"اے میرے بیٹے! ظاہر میں سنت کے خلاف کرنا باطن میں ریاکاری کی علامت ہے۔"(۱۸)

اسی طرح طریقت کی بنیاد بھی شریعت پر ہے، ایسی طریقت جس کی بنیاد شریعت پر نہ ہو اصحابِ طریقت کے نزدیک وہ مردود وباطل ہے۔

شیخ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہر وہ باطن (طریقت) جو ظاہر (شریعت) کے خلاف ہو باطل ہے۔"(۱۹)

اگرچہ یہ قول اس موضوع پر حرفِ آخر ہے، مگر صوفیاءِ کرام رحمہم اللہ تو پاسداریٔ شریعت کا اس درجہ خیال رکھتے ہیں کہ جو شخص حدودِ شریعت کو نظر انداز کر کے طریقت کا مدعی ہو یا طریقت کی آڑ میں خود کو احکامِ شریعت سے مستثنیٰ قرار دیتا ہو، ایسے شخص کو اربابِ تصوف صوفی وزاہد سمجھنا تو درکنار جہنم کا ایندھن تصور کرتے ہیں (۲۰)۔

تائید کے لیے شیخ ابوالقاسم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت نقل کی جاتی ہے جو انہوں نے شیخ ابو

علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہے:

"کسی شخص نے ابوعلی احمد سے ایک شخص سے متعلق پوچھا جو مزامیر سنتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ میرے لیے جائز ہے، کیونکہ میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ اب مجھ پر حالات کے اختلاف کا کچھ اثر نہیں پڑتا، اس پر شیخ نے فرمایا: ہاں پہنچ تو چکا ہے مگر جہنم میں۔"(۲۱)

اس موجودہ دور میں بھی بعض ناعاقبت اندیش اور نام نہاد صوفیاء تصوف کا لبادہ اوڑھ کر اپنے آپ کو احکامِ شرعی کی بجا آوری سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، ایسے لوگوں کی وجہ سے تصوف پر انگشت نمائیاں ہوتی ہیں۔ حقیقی خانقاہوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ ایسی گدیوں اور سجادہ نشینوں کے مکر وفریب سے پردہ اُٹھائیں اور ان لوگوں کا حقیقی چہرہ عوام کے سامنے لائیں جو تصوف کو تجارت سمجھ کر اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں اور ذاتی منفعت کے لیے غلط عقائد کا افشاء کر کے عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔ کیا انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ بعض اہلِ علم کا قلم ان نام نہاد صوفیاء کی بدولت ''تصوفِ حقیقی'' کے خلاف زہر اُگلے، جبکہ ''تصوفِ حقیقی'' کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ روحِ دین اور شریعت کی تکمیل ہے۔

شریعت وطریقت کے تلازم میں امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں:

من تفقه ولم يتصوف فقد فسق، ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق، ومن جمع بينهما فقد تحقق.(۲۲)

"جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف سے بے بہرہ رہا پس وہ فاسق ہوا، جس شخص نے تصوف کو اپنایا اور فقہ کو نظرانداز کر دیا تو ایسا شخص زندیق ہوا۔ جس شخص نے ان دونوں کو جمع کیا پس اس نے حق کو پالیا۔"

حقیقت بھی ایسے ہی ہے جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے لے کر بہت بعد تک جو شخص جتنا بڑا عالم ہوتا اتنا ہی بڑا صوفی ہوتا، اسی طرح جو شخص جتنا بڑا صوفی ہوتا اتنا ہی بڑا عالم ہوتا۔ جادۂ سلوک پر چلنے سے قبل حصولِ علم لازمی وضروری امر تھا۔ خانقاہ پر مدرسہ کا اطلاق اور مدرسہ پر خانقاہ کا اطلاق ہوتا تھا۔ جب سے خانقاہ و مدرسہ الگ ہوئے، جب سے اہلِ علم

نے اپنے آپ کو خانقاہوں سے جدا کرلیا اور اہلِ سلوک نے اپنے ہاتھ سے دامنِ مدرسہ چھوڑ دیا تب سے عالم بغیر عمل کے اور صوفی بغیر علم کے کثرت کے ساتھ پائے جانے لگے، ایسے عالموں اور صوفیوں نے ذاتی منفعت و اغراض کے لیے فروغِ جہالت اور افشائے بدعت کے لیے سرگرم ہوگئے۔ علم وسلوک کے نام پر لوگوں میں ایسے نظریات وافکار کی ترویج ہونے لگی جن کا شریعت وطریقت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اس صورتحال کو دیکھ کر کیا یہ قرین انصاف ہے کہ چند بدعقیدہ اور جاہل گدی نشینوں اور مسند خانقاہ پر متمکن چند افراد کی وجہ سے تصوف وسلوک میں کیڑے نکالنا شروع کر دیے جائیں۔ حق تو یہ ہے کہ تصوف کی ضرورت آج پہلے سے کہیں زیادہ ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ پھر سے مدرسہ وخانقاہ کے درمیان تعلق کو بحال کیا جائے اور ان کے درمیان حائل خلیج کو پاٹ دیا جائے، پھر سے خانقاہوں سے " **قال اللہ وقال الرسول** ﷺ" کی صدائیں بلند ہوں اور علمی مراکز میں پھر سے ذکرواذکار کی محفلیں سجنے لگیں۔

سلسلۂ بحث کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے یہ دیکھتے ہیں کہ تصوف وسلوک کے مقاصد کیا ہیں؟ تصوف وسلوک کی غرض وغایت کیا ہے؟ راہِ سلوک کی منازل طے کرنے سے انسان کو کیا فوائد حاصل ہوں گے؟

تصوف کی اُمہات کتب اور قدیم وجدید صوفیانہ افکار کے مطالعہ سے تصوف کے درج ذیل مقاصد معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ تزکیۂ نفس

۲۔ تصفیۂ قلب

۳۔ معرفتِ ربانی

شریعت میں ان تینوں امور کی جو اہمیت وافادیت ہے اس سے ہر ذی شعور مسلمان آگاہ ہے، تزکیۂ نفس کے بغیر کتاب وحکمت کی تعلیم مؤثر نہیں ہوسکتی اور تزکیۂ نفس کا حصول راہِ سلوک پر چلے بغیر ناممکن حد تک مشکل ہے۔ ''صوفی'' نہ صرف گناہوں کو ترک کرتا ہے بلکہ اس کی جڑوں تک کو تلاش کرکے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال باہر پھینکتا ہے۔ یہ کام آسان نہیں ہے، ہوس چھپ چھپ کر

سینوں میں گھر بنانا چاہتی ہے، خواہشات بسا اوقات رذائل کو فضائل کی شکل میں پیش کرتی ہیں، لیکن ایک صوفی ایمان واخلاص کے سہارے نفس وشیطان کے جال سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس راہ میں بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے اور سخت ریاضت و جانفشانی سے کام لینا ہوتا ہے۔ اللہ کی حضوری ومعیت کا تصور اس کے لیے ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔ یہی شریعت کا مقصود ہے کہ انسان کے دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس کا مطمح نظر آخرت ہو، وہ دنیا میں بھرپور زندگی گزارتے ہوئے اپنے دامن کو دنیاوی آلائشوں سے بچا کر راہِ آخرت کا راہی ہو۔ یہی تصوف کا مطلوب ومقصود ہے۔

''تصوف'' کی لغوی تحقیق میں چاہے جو موشگافیاں کی گئی ہوں اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے تذکرے چاہے جس انداز سے لکھے گئے ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اپنی روح اور مقصد کے اعتبار سے تصوف شریعت کے منشاء کے عین مطابق ہے۔ بہت ممکن ہے کہ تصوف کی طویل تاریخ میں کچھ قابل اعتراض باتیں مل جائیں اور بعض صوفیوں کے قول وفعل میں اعتراض کی گنجائش نکل آئے، لیکن اکابر صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے ہمیشہ اس بات کی تصریح کی ہے کہ تصوف کتاب وسنت ہی سے ماخوذ ہے اور طریقت شریعت ہی کی عملی شکل ہے۔ ان بزرگوں نے ہمیشہ اپنے پیروکاروں کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ شرعی احکام کو نظر انداز کر کے کسی طرح بھی خدا رسیدگی ممکن نہیں ہے، ولایت اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک احکامِ الٰہی کی اتباع اور نبی کریم ﷺ کی پیروی نہ کی جائے۔

اس ضمن میں اس بات کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بعض متعصب اہلِ قلم نے تصوف کی تاریخ رقم کرتے ہوئے اس کے ڈانڈے یونانی تصوف، یہودی تصوف، عیسائی رہبانیت، چینی وجاپانی تصوف اور ہندو سادھوؤں سے ملانے کی جسارت کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تصوف اور ان میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی مماثلت موجود ہے۔ صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی یہ تعلیمات ہرگز نہیں ہیں کہ جنگلوں میں زندگی بسر کی جائے، پتھروں پر بغیر بستر کے سویا جائے، زمین پر لیٹنے کی بجائے درختوں کے تنوں سے ٹیک لگا کر سویا جائے اور کپڑوں کی بجائے پتوں کا لباس بنایا جائے۔ یہ تعلیمات بدھ مت یا عیسائی راہبوں کی تو ہوسکتی ہیں اسلامی تصوف سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ کسی قسم کی معمولی مماثلت کی وجہ سے اسلامی تصوف کو ان کے ساتھ ملانا اور اس کو اسلامی تصوف کا ماخذ ومنبع قرار دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اسلامی تصوف کا ماخذ تو قرآن

وسنت ہے، اس کی تاریخ ہی بعثتِ نبوی ﷺ سے شروع ہوتی ہے۔

عہدِ رسالت مآب ﷺ اور دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تعلیم وتزکیہ اور احسان واخلاص کا یہی رنگ قائم رہا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سبھی اس راہ پر گامزن تھے، رسول اکرم ﷺ کے فیضِ صحبت نے ان کے دل ودماغ کو اس قدر اور اتنا منور کر دیا تھا کہ ان کے سامنے باطل ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ خلافتِ راشدہ کے بعد جب نظامِ حکومت خلافت سے ملوکیت کی طرف منتقل ہوا اور متاعِ دنیا مطمحِ نظر بننے لگی تو مسلم معاشرہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ سلاطین وامراء کی دیکھا دیکھی ملت کے دوسرے طبقے بھی لذاتِ دنیاوی کی طرف مائل ہونے لگے، کلمۂ حق کہنا سر قلم کروانے کے مترادف تھا، اس زمانے میں دین کو بچانے اور اخلاص واحسان کی روح کو زندہ رکھنے کے لیے منظّم کوشش کی ضرورت صلحائے امت کو محسوس ہوئی۔ یہیں سے تصوف کا باقاعدہ آغاز ایک منظّم صورت میں نظر آتا ہے۔ صوفیاء کرام رحمہم اللہ کا واحد مقصد اصلاحِ امت تھا۔ تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے دور میں بہت سے دردِ دل رکھنے والے افراد نے دنیاوی جاہ ومنصب اور دولت وحشمت سے صرفِ نظر کر کے اپنی پوری زندگی لوگوں کے اصلاحِ احوال میں صرف کر دی۔ یہیں سے صالحین ومصلحین کا ایک گروہ مصروفِ کار نظر آتا ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سعید ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جعفر صادق علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے خاص طور سے اس اہم کام کی طرف توجہ کی۔ یہ اصحاب نہ صرف صوفیاء کرام رحمہم اللہ میں ایک بلند مقام رکھتے تھے بلکہ محدثین کرام کے ہاں بھی قابل حجت تھے۔ یہ اصحاب جتنے بڑے صوفی تھے، اتنے بڑے ہی مفسر ومحدث اور فقیہ بھی تھے۔ ان بزرگوں نے وقت کی سیاست سے اپنے دامن کو پورے طور سے بچایا۔ ترکِ دنیا حقیقی صوفیاء کا مقصد ہرگز نہ تھا، لیکن لوگوں کی اصلاح کے لیے ترکِ دنیا ناگزیر ہوگئی تھی، کیونکہ امراء وسلاطین کو اگر ذرا سا بھی شبہ ہوجاتا تو پھر کام کا کیا ذکر ہے، جان کی بھی خیر نہیں تھی۔ چنانچہ ہر طرح کی احتیاط کے باوجود بہت سے بزرگوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ یہ سلسلۂ رشد وہدایت آئندہ نسلوں میں بھی جاری رہا۔

بعد کے اولیاء کرام اور صوفیائے عظام رحمہم اللہ میں حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوبکر شبلی

عِشْلِیہ ،حضرت اسد محاسبی عِشْلِیہ ،حضرت شیخ علی ہجویری عِشْلِیہ ،حضرت ابوالقاسم قشیری عِشْلِیہ ،حضرت امام غزالی عِشْلِیہ ، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی عِشْلِیہ ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی عِشْلِیہ ، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی عِشْلِیہ ،خواجہ عثمان ہارونی عِشْلِیہ ،خواجہ عبدالواحد عِشْلِیہ ،خواجہ معین الدین چشتی اجمیری عِشْلِیہ اور دیگر اشخاص نے بندگانِ خدا کو راہِ حق دکھائی، تعلیم وتلقین سے لاکھوں انسانوں کے دلوں کا زنگ دور کیا اور ان کے قلوب کونور وعرفان سے بھر دیا۔

برصغیر پاک وہند میں بھی بہت سے نفوس قدسیہ پہنچے، ان کی بدولت فیضان حق کے چشمے جاری ہوئے۔خواجہ معین الدین چشتی عِشْلِیہ ،حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی عِشْلِیہ ،حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر عِشْلِیہ ،حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء عِشْلِیہ ، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی عِشْلِیہ ، خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی عِشْلِیہ ،حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی عِشْلِیہ ،سید محمد گیسودراز عِشْلِیہ ، مخدوم احمد یحییٰ منیری عِشْلِیہ ،مخدوم شریف الدین احمد عِشْلِیہ ،مخدوم جہانیاں جہاں گشت عِشْلِیہ ،مخدوم جہانگیر اشرف عِشْلِیہ ،شاہ مینا لکھنوی عِشْلِیہ ،شاہ عبدالرزاق ہانسوی عِشْلِیہ ، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی عِشْلِیہ ، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی عِشْلِیہ ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی عِشْلِیہ ،حضرت شاہ بدر الدین پھلواری عِشْلِیہ ، مولانا رشید احمد گنگوہی عِشْلِیہ ، مولانا محمد علی مونگیری عِشْلِیہ وغیرہ بے شمار بزرگانِ دین گزرے ہیں جن کے نام لیوا آج بھی باقی ہیں اور اپنے بزرگوں کی طرح رشد وہدایت کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

ان تمام اکابر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بار بار یہ تصریح کی ہے کہ کتاب وسنت سے سرِ مُو تجاوز کرنا درست نہیں ہے، قرآن وحدیث ہی علم کا سرچشمہ اور حقیقت کا معیار ہے، کسی حال میں بھی شریعت سے انحراف جائز نہیں ہے۔شاہراہِ نبوت سے ہٹ کر ولایت کی منزل تک پہنچنا ناممکن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف جہاں مذہب کی روح، اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے وہاں اس کی اساس شریعتِ مطہرہ اور اس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے۔

حوالہ جات

۱۔ آل عمران ۳:۱۶۴۔ ۲۔ الجمعہ ۶۲:۲۔

۳۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیلؒ (م:۲۵۶ھ)، صحیح البخاری، **کتاب الایمان بباب سؤال جبریل النبی** ﷺ

عن الإيمان و الإسلام الخ،حدیث رقم ۴۷۔

۴۔ الجیلانی، شیخ ابومحمد عبدالقادر، فتوح الغیب، مطبع الحنفی ،۲، ۱۲۷۱ھ، ص ۳-۴۔

۵۔ ایضاً، ص ۵۔

۶۔ ایضاً، ص ۱۱۹۔

۷۔ عوارف المعارف، ص ۲۷۔

۸۔ رسالۂ قشیریہ، ص ۱۹۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، المحمود اکیڈیمی لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۴۸۔

۱۱۔ مسرج، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، مترجم: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، مکتبۂ نبویہ لاہور، ص ۶۰۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۶۲۔

۱۳۔ فتوح الغیب، ص ۸۰۔

۱۴۔ الحسنی، احمد بن محمد بن عجیبہ، **ایقاظ الھمم فی شرح الحکم**، دارالمعارف، البیروت (س۔ن) ج ۱، ص ۸۔

۱۵۔ **ردّ المحتار**، ج ۳، ص ۳۰۳۔

۱۶۔ مصطفیٰ العروسی، السیّد، **نتائج الافکار القدسیة فی بیان معانی شرح الرسالة القشیریة** للشیخ الاسلام زکریا الانصاری، جامع الدرویشیہ، دمشق، (س۔ن) ج ۲، ص ۹۳۔

۱۷۔ قشیری، امام ابوالقاسم عبدالکریم (م: ۴۶۵ھ)، الرسالۃ القشیریۃ، مکتبۃ المصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ط: ۲، ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء، ص ۴۶۔

۱۸۔ شیخ ابوالقاسم قشیری، رسالۂ قشیریہ، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ص ۶۲۔

۱۹۔ رسالہ قشیریہ، ص ۶۳۔

۲۰۔ صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی، روح تصوف، خورشید گیلانی ٹرسٹ لاہور، ص ۴۸۔

۲۱۔ شیخ یحییٰ منیری، مکتوبات صدی، مترجم: شاہ نجم الدین فردوسی، ص ۳۰۱۔

۲۲۔ عبدالحکیم بن عبدالرحیم چشتی، **مرقاۃ المفاتیح فی شرح المشکوٰۃ المصابیح**، ج ۱، ص ۲۵۶۔